



* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۵۷ء

★

تحت ادارہ

علامہ حسین { امیر حزب الانصار بھیرہ }
مدير مسؤول { مولانا الحاج افتخار احمد بکوی } سالانہ چاند
(پاکستان)

سالانہ چاندہ
معاونین سے ۱-۵/۱۰
غیر مالک سے ۱-۱/۱۰
للہ

بیکار گزشتہ عرصہ میں حضرت ظہور صابری لکوی مرقومہ
مولا کا اہل حبیب مولانا صاحب بیکاری اور غریب الانصار پیرہ (پنجاب)

سالانہ چاندہ
عوام سے ۱-۱/۱۰
طلباء سے ۱-۲/۱۰
علی

خبر الانصار مجیدہ

بہ اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ۔

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی محول سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔
(۲) اصلاح رسوم و عادات شرعیہ اسلامیہ احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریق کار (۱) جمیعہ شمس الاسلام کا اہل ارادوں دارالعلوم غفریہ جامع مسجد مجیدہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ (۲) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۳) غنیمت الشان سالانہ کانفرنس (۴) امیر خیر الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۵) مکتب خانہ (۶) جامعہ مسجد مجیدہ کی مرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

(۱) جریدہ ہر ماہ انگریزی کی پانچ تاریخ کو یا ہندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ ہر ماہ میں ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر مضمون نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (۲) اگر ان خبر انصار کے نام جریدہ مفت میں جاتا ہے چاندہ رکیز کم از کم چار آدھ سو روپے سالانہ ہے (۳) عام سالانہ چاندہ سے معاونین سے ۱۵/۱۰ اور طلباء سے ۱۰/۱۰ مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ (۴) سالانہ فائدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ اکٹھے کیا جاتا ہے بعض مسائل لائسنس تلف ہوجاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے ماہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع وصول ہونے پر بحالہ فائدہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں وقفہ دو بار ہوگا۔ (۵) جواب کے لئے جوابی کلاڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں (۶) ہندوستان والے اپنا چاندہ جاری نہیں کرتے بلکہ انھیں صاحبان کیش انجینسٹرز کے ذریعہ مویشی ٹریڈ کمپنی دہلی و تھان کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ پیرنگ ٹکٹ ڈاک اور خط پیرنگ ہوں گے۔

سچا خط و کیفیت و قریب زوئی نام۔ غلام حسین ایڈیٹر شمس الاسلام مجیدہ (پنجاب)۔ رزیدہ ہے۔

سرخ نشان ۵۔ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چاندہ تم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا سالہ بذریعہ دی۔ بی آر سی ہوگا جو کہ زیادہ اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چاندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ حرم دین الہی منظور ہوتا و اطلاع دیں۔ خدا را ہی۔ بی واپس کر کے ایک اسلامی احادیث کو نقصان نہ پہنچائیں خط و کتابت کرتے وقت قریبی پیر کا حوالہ ضروری ہے۔

(غلام حسین منیالچی (رسالہ)

شمس الاسلام

ماہنامہ

بھیرہ

جلد ۲۱ | ربيع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۷ء | شمارہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	پرستش	جناب محمد حسن صاحب محمد و امیر بٹلی	۴
۲	باب التفسیر	- ادارہ -	۵
۳	باب الحدیث	"	۷
۴	لغت شریف	(ماخوذ)	۹
۵	رحمۃ اللعالمین	۱۰	۱۰
۶	شذرات	"	۱۳
۷	تاریخ وفات حضرت آیات (تظم)	از مولانا الحاج فضلگیریم صاحب گوندل	۲۴
۸	خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا ذکر	ادارہ	۲۵
۹	باب الاستفسارات	از مولانا محمد عظیم صاحب بدر	۳۱

(مکتبہ شریعت دارالعلوم دیوبند میں موجود ہے)

ماہنامہ غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر شنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر جریدہ شمس الاسلام جامعہ محمدیہ شتالچ ہوا

مخت

(از جناب محمود حسن صاحب محمود امروٹلی)

افضل وا علی کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اعلیٰ اولیٰ کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 منبع ثروت ، ابرامات ، چشمہ رحمت ، بحر سخاوت
 فیض کا دریا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 جوہر فطرت ، لعل جنوت ، معدن حکمت ، کان فصاحت
 گوہر نیکت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 سبوت قدرت ، شمع ہدایت ، لمعہ کثرت ، پرتو وحدت
 نور خدا کا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 دہر کی زینت ، دین کی شوکت ، خیر رالت ، حامی امت
 نبیوں میں پیارا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 رشک گلستاں ، رونقِ امکاں ، مہر و خشاں ، بدر تاباں
 آنکھ کا تارا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 شافعِ محشر ، عاشقِ دادر ، سب کا یادگار ، بے کس پرور
 میرا سہارا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 محزونِ رعنائی و نوبی ، دل آرائی و محبوبی
 رشکِ زلیخا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 مالک ہے ہر ملک و ملک کا لوح و قلم کا غریش و فلک کا
 منظر کن کا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 ہوں محمد و گدا اُس در کا سنگ ہیں جہاں کے قیصر و کسری
 ہے مرا مولا کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّحْقِیْرِ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهَدَىٰ فَمَا رَاحَتْ تَحَادُثُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ
مِثْلَهُمْ كَمِثْلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِ
وَهُمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يَبْصُرُونَ هُمْ بِكُمْ عَمِيٌّ وَفَهْمٌ لِّمَنْ حُجِّيٌّ

یہ منافق، وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خریدی
سوان کی تجارت سے کچھ نفع نہ ہوا۔ اور وہ (تجارت کرنا ہی)
جانتے تھے ان کی مثل ایسے شخص کی سی ہے جس نے آگ سلگا لی
پس اس کے آس پاس روشنی ہو گئی تو خدا نے ان کی روشنی
بجھا دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔ کہ نہیں دیکھتے۔ وہ
گونگے، بہرے اندھے ہیں وہ کسی طرح لاپرواہ بن گئے۔

اس سے پیشتر قرآن مقدس نے منافقین کی عیاری غدار
دھوکہ دہی اور چن دیگر بے باصرہ کات کو بے نقاب فرمایا تھا، کہ
سیدھے سادے بھونے بھالے مسلمان ان کی عیاری اور نفرت
و خادعت کا شکار نہ بن جائیں۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ موافقت
و مسامحت کی دلدلہ قوم تقاطق پر ورا سلام نامظاہر دل کو قہر
و تخانیت پر مبنی سمجھتے ہوئے سراب کے نظاروں کو ذات
کارنگ دے دے۔

کارسانہ عالم نے انسانی فوئی کے اندر ایک فطرت کا
انلی نور و ولعت فرمایا ہے۔ اگر یہ باطنی بیش بہا اگر تقدیر
نور گشاہوں کی تارکیوں اور معامی کی مٹائشوں میں محجوب نہ ہو
جائے اور غافوتی تنیس عقل و بصیرت پر پرفے نہ ڈال دے۔
تو یقیناً انسان صراط مستقیم اور نور عظیم کو پاسکے گا۔ لیکن

ان تیغ سے بے بہرہ نرد کی مرضی قوم کی
مثال یوں ہے کہ اپنی بصیرت پیدا کرنے کی غرض
سے آگ سلگا لی، جب اس کے آس پاس روشنی نہ آئی

اور اپنے مستقبل کو خرم و اطمینان کی روشنی میں کامیاب بنانے کی سعی کرے۔

البلاغۃ کلام الہی میں ذہب کو بارے ساتھ متعہدی کرنے اور ہنرہ کے ساتھ متعہدی نہ کرنے سے ذہاب کے معنی میں ادبی لطافت اور صحت پیدا ہوگئی، عربیت کے پیش نظر ذہب السُّطَّانِ بِمَالِہ اس وقت کہتے ہیں جب سلطان ایک کچی کوڑی بھی پیچھے نہ چھوڑے اور سب سے عجیب تر لطافت یہ ہے کہ مثال میں نوز کے گم ہو جانے کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اس میں نگاہ حقیقت آشنا کے لئے سب سے باریک تر نقطہ یہ ہے کہ تمام افعال کو حیر مجازاً علل و اسباب کی طرف منسوب و مسند کئے جا سکتے ہیں مگر فی الحقیقت دانائے انسان سلسلہ کی دیوانی کڑیوں کو اپنا منتہائے تخیل نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کی منتہائے تفریق سیب الاسباب پر ہوتی ہے۔ کسی عادت باللہ نے کہا۔

گر گذرندت رسد ز خلق مریخ

کو در راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلاف دشمن و دوست

کدہل ہر دو در تصرف اوست

گر چہ تیر از کماں ہے گذرد۔

از کماں ہر بیت راہل خرد

اللَّهُمَّ إِنْ أَلْعَزُذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ
الْفُسْنَاءِ وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔



ہوئی اور وقت قریب آگیا کہ دل کی تمنائیں پوری ہوں عین اپنی کیفیات اور اپنی جذبات میں سب روشنی تائید کی سے تبدیل ہوگئی بس پھر کیا تھا؟ تاجر کے عروج و آخرین بحر بے کنار میں غرقابی و بربادی۔

وہ آگ ایک لمحہ کے لئے روشن ہوئی تھی اور وہ فطرتی نور ایک عشر ساعت کے لئے جگمگایا تھا۔ ادیسی وقت بدلتا و ضلالت۔ بصیرت و حمایت اور سعادت و شقاوت کے امتیاز کا تھا۔ مگر آہ! وہ قیمتی لمحہ بھی حیران نصیبی اور قدر شناسی کی نذر ہو گیا۔ اور متعصب و متناقض و کینه، بغض و عقوب کی ایسی اندھیر گردی چھائی کہ ترکھہ فی ظلمات لا یبصرون۔

نہ جھاگ جائے ہے ان سے نہ ٹھہر جائے ہے ان سے ایک سلیم الفطرت انسان کے لئے تو تمام کار خاز عالم تسلیم و انقیاد کا سبق آموز ہے۔ اور تمام آثار قدرت ایک سیر و قائد کا مفہوم رکھتے ہیں۔ مگر مسوئہ فطرت اور آفت مذہ و مارع کو شور قیامت بھی بیدار نہیں کر سکتا۔ صحیح قوائے علی ایک ٹھوکر سے مترشح شناسی تک پہنچ جاتے ہیں مگر وہ قوائے کے لئے ہزاروں بہنیں لاکھوں ٹھوکر ہیں بھی دہر دی اور عرفان منہل میں مدد و معاون ثابت نہیں ہوتیں۔

اب منافقین کا گرد وہ طوفان تردد کی ان حیرت زا تھیلوں میں گونگا ہو گیا۔ کہ وہ اپنے دل کی بیماری روحانی طبیب کے سامنے پیش کرنے سے عاجز ہے اور یہ متناقض پروردگار نے اندھا بھی ہے کہ خود بخود آثار قدرت کا مطالعہ کر کے راہ راست پر نہیں آسکتا۔ اور بہر اھی یہ کہ کسی ہادی حق کی مؤثر تبلیغ اور حق و صداقت کی آواز کو سن کر متاثر ہوا۔

باب الحیث

پیشینہ پیشینہ (ادارہ) شینینہ شینینہ

کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (بخاری)

دنیا میں ایک مسافر یا رہگذر کی مانند بود و باش اختیار کرو۔

ملک بقا سے منقطع ہیں۔ میرا سلسلہ وجود امید دیاں مسرت و حسرت و حیات و موت شیریں و تلخی اور کامرانی و نامرادی سے جڑا ہوا ہے اس لئے اگر ان ابتدائی مرحلے سے ہی دنیا کو ایک سرائے اور مسافر خانہ سمجھ لے اور یقین کر لے کہ میں منزل بقا کا راہی اور غیر فانی مقام کا راہ لوز ہوں۔ تو پھر نہ یہ دنیا وی جاہ و جلال حشمت و شکوت پریشہ کے برابر وقعت رکھتے ہیں اور نہ یہ فانی ساز و سلیمان کسی حقیقت کے منقصر محسوس ہوتے ہیں منتہا کے نظر و لبصر وہی ایک محبوب و مرغوب مقام ہے جس کو وہ اپنی منزل مقصود سمجھے۔

اس تہذیب کے متیقن کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کے اختتام پر نہ تو حسرتیں لاحق ہوتی ہیں اور نہ غنوم و ہجوم کا دفر ہوتا ہے اور نہ یہ کہتا ہوا سناٹا دیتا ہے کہ **عمر** اے بے آرزو کہ خاک شدہ

بلکہ وہ اپنے اند ایک متشدد و محبت محسوس کرتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ منزل مقصود و مقام مطلوب پر پہنچ چکا۔ آج اس کی پر خاں وادی کی مسافت اور مصائب و لوائب کا اختتام ہو چکا اگر

ہنگامہ نماں عالم کو بعض دفعہ سطحی نظریں عالم بقا سمجھنے لگتی ہیں۔ ان بقا کو محبت و پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن فنا کا تخیل بھی اس کو گراں گذرتا ہے مگر قابل غور امر یہ ہے کہ کیا حقیقتاً اس کی تمناؤں کا مصداق و منظر یہی مادی دنیا ہے جس کو وہ اپنے لئے ایک عرصہ بقا سمجھ چکا ہے اس وادی پر خدا کی قطع مسافت کے بعد منزل مقصود کچھ اور ہے۔

ارشاد نبوی نے تو یہ فرمائی کہ عالم فنا کو عالم بقا سمجھنا ایک بہت بڑی غلطی ہے جو شاہراہ منزل پر چلنے میں مانع اور راہ لوزی میں سنگ گراں کی طرح حائل ہے دنیا کی ہوسنگی و پیوستگی، زیبائش و نمائش کو دیکھنا لیکن تجد و تجد و حیات بریگی و پیوستگی، تلون و تفسع میں غور نہ کرنا کم نظری و بد فکری نہیں تو اور کیا ہے۔

دنیا اپنے ہر دور و گردش ہر حرکت و سکون سے اپنی فنایت کے متعلق اعلان کر رہی ہے وہ بتلا رہی ہے کہ میری بنیاد و خشتِ تنہا پر ہے لیکن میری سرحدیں

دامن ازار کو گھسیٹ کر چلنا نہ تو بت پرستی و شرک ہے اور نہ
خبر واحد لیکن **اِنَّا سَرُّبُکُمْ اَعْلٰی**۔ کہلانے والے
عذبہ فرعونیت کی صدائے بازگشت ضرور ہے اگرچہ
اسباں ازار میں مناقص تو اور بھی ہیں۔ مگر سب سے
بڑا نقص وہی ہے جو اسلام کی روحانیت پر اثر انداز ہو رہا ہے
اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ:-

فَقَالَ الْبُؤْبُکِیَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنْ اَللّٰہُ
ہدَا کَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَامٍ اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَفْعَلُ خَبِیْلًا۔
یعنی حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی کہ اے رسالت مآب (صلی اللہ
علیہ وسلم) میرا ازار ڈھیل پڑ جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے
البوکھرؓ۔ تو ان لوگوں سے نہیں جو اسباں ازار (چادر گھسیٹ
کر چلنا) تکبر کے باعث کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک اتفاق اور
جسم و جثہ کی ساخت سے ایسا واقعہ ہو جاتا ہے۔

تو اب آپ نے حدیث مقدس کے الفاظ مبارکہ
اور حضرت البوکھر صدیقیؓ کے استفسار سے سمجھ لیا کہ اسباں
ازار ہی میں خدا کا غضب و جلال محسوس نہیں۔ بلکہ ہر وہ
چیز جس کے اندر شائبہ تکبر پایا جائے۔ وہی فعل
عقابِ ایزدی کا مورد ٹھہر سکتا ہے۔

اور یہ بھی سمجھ لیا۔ کہ اگر کسی ملک میں کپڑے کا
ادھا کرنا ہی تبخیر و تنغیر غرور و پندار کی علامت تو وہ اسی
طرح مذموم ہے جس طرح اسباں۔ کیونکہ اصل علت
عقب الہی متکبرانہ حرکات ہیں
نہ کہ صرف اسباں۔



وہ اپنی نظریں اسی دنیا پر جمالے۔ اور اسی کو ہی اپنا منتہا
سعی و طلب سمجھ لے تو پھر ناگہانی رحلت کا پیغام ایک کری موت
کا جامہ پہن لیتا ہے اور اس کی سامد ایک غیر متوقع ناگوار آواز
کے سننے پر مجبور ہو جاتی ہے اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا
**اِنَّا اَمِیْتُ فَلَا تَنْتَظِرُ لَصَبَاحٍ وَاِذَا اَصْبَحْتَ
فَلَا تَنْتَظِرُ السَّاءَ وَخَدَّ مِنْ صَحَّتْکَ لَمْ صَدَّ مِنْ
حِیَوتِکَ لَمَوْتِکَ**۔ کہ جب تم پر رات آجائے تو بجلی
صبح کی انتظار نہ کرو اور جب تم صبح کی ضیا پر در انوار سے
منتہید ہو جاؤ تو بحیر شرب کے آنے کا یقین نہ کرو۔ کیونکہ
تم قطعی طور پر نہیں جان سکتے کہ موت کس وقت اپنے
آغوش میں لیتی ہے ہاں اپنی صحت کی حالت میں مرض
کے لئے سامان پیدا کرو۔ اور اپنے عرصہ حیات کو موت
کے بعد عالم بقا کی کامرانی کے لئے صرف کر دو۔

یہ ہے انسانی زندگی کا وہ زریں اصول جس کی فہم
انسان بلند مدارج پر فائز ہو سکتا ہے حضرت میرزا
جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی میں اپنے
رہنے کے لئے مکان نہ بنوایا تھا ایک متمول خادم کے مکان
بنانے کا ارادہ کیا۔ حضرت مرحوم نے ارشاد فرمایا۔
برائے گذشتن خانہ خویش و خانہ بیگانہ برابر است۔

(۲)
(بخاری مسلم)
لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی مَنْ جَسَّ اِذَا سَرَّ اِلَیْہِ
باری تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت
نہ فرمائیں گے جس نے اپنے ازار کو تکبر سے کھینچا۔

اسلام و تکبر میں آتش و آب کا تضاد ہے اسلام
کے مقدس اصول کسر لغتی دانساری کی تلقین کرتے ہیں

نعت شریف

اے محمد مصطفیٰؐ اے پیغمبر البشر
 فخر ہے انسانیت کو تیرے پیارے نام پر
 اے رسول ہاشمی پیرائے ہوتا تو اگر
 کس طرح توفیق طلوع نور کفرستان پر
 نوشیغ عاقبات نور حمد اللعالمین
 تاجدار کشور کو نین ختم المرسلین
 بے کسوں اور بے نواؤں کا گھبران کون تھا
 ہر گرفتار بلا کا حلال پرسان کون تھا
 کون لیتا تھا سواتیرے قیوں کی خبر
 دشمنوں پر قابل الطاف تھی کس کی نظر
 کس کو کہتے تھے عرب کے لوگ ملوک اور امین
 کون ہے مہر و فرامین و فخر دین
 تو کب جس ساعت ہوا آادہ تبلیغ دین
 تھی عظیم تہجد سارے جہان کی سرزمین
 سختیان جھیلیں ہزاروں تو نے شاہ مرسلین
 خلق تک پہنچا دیا پیغام رب العالمین
 عالم ظلمات میں تو نے اجالا کر دیا
 یا رسول اللہ تخی کا بول بالا کر دیا
 بندہ و آقا کا رتبہ ایک کر دینا تر
 ہے ہنری کا نامہ اسے شبہ والا تر

بُرباعی؛

غیر آمد سن کے تیری اے شفیع دو جہان
 آستیان تک بجلیاں آئیں مبارک باہ کو
 عشق احمد میں میری جان اس جہان کو ڈھونڈ کر
 جس بسی ہے ڈھونڈنے کو اب عدم آباد کو
 (ماخوذ)

رحمۃ اللعالمین

میتھیٹ میتھیٹ میتھیٹ (ادامہ) میتھیٹ میتھیٹ میتھیٹ

بارہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ یوم دوشنبہ کی فجر نے وہ نور بھیلایا۔ جس سے دنیا روشن ہو گئی۔ ملائکائے وجان زمین و آسمان اور تمام موجودات عالم نے اس نور کی ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ یہ وہ نور ہے جس نے آمنہ سے نکل کر تمام عالم کو اپنی ضیا پاشیوں سے جگمگایا۔ یہ نور وطن مقدس اور پاک شہر سے چمکا۔ یہ نور برگزیدہ غلغلات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جس کو خداوند عزوجل نے رحمۃ اللعالمین اور رسول الثقلین کے اہم منصب کیلئے منتخب فرمایا۔ آپ اس مبارک و بزرگ قدرت الہی سے محزون و مکمل پیدا ہوئے آپ کی پیشانی اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتی تھی۔ آپ اس زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ غرور و قساوت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ پھر ایسی قوم بن جیسی کہیر و ظلم کو اپنا شعار اور کفر و شرک کو اپنا دین قرار دے لیا تھا۔ آپ عہد امت پسند متقی اور پرہیزگار پیدا کئے گئے آپ کے خلق اور خلق دونوں میں اعتدال تھا۔

حضرت قدس سے آپ کو تعلیم ہوئی تھی۔ تمام لوگوں میں راست گام و راستی قوی الارادہ تھے جو آپ کو دیکھنا خائف ہوتا اور جو آپ سے ملنا محبت کرتا۔ اس قابل احترام شہسوار نے ایسی قوم میں نشوونما پائی جس نے اس کو سچائی و امانت اور رحم و کرم میں یتا پایا۔ چالیس سال کی عمر ہونے کے بعد حبیب کا غار حرا میں معروف عبادت تھے آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ اور تبلیغ کیلئے امور کے کئے۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنے ان اہل قرابت کی ہدایت

کے لئے کھڑے ہوئے۔ جنہوں نے آپ کو مقرر شدہ عمارت اور سفر کرنے والے ہاتھ پائیے۔ اور اپنی اس قوم کی رہنمائی کا ہتھ کیا جس نے آپ میں دنیا کی حرص و ریاست کی طبع اور منصب و دولت کی خواہش کبھی نہیں دیکھی تھی آپ نے خدا کے ادا و تواہی کی اشاعت شروع کی۔ اور کسی مصیبت و تکلیف کا خیال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے اس خالق پر بھروسہ رکھا جو آپ کی مدد کا قلیل تھا آپ نے دنیا کو خدا کے دین کی دعوت دی۔ اور فرمایا۔ اے لوگو! میں تمام عالم کے لئے اس خدا کا رسول ہوں جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ حیات و ممات اس کے قبضہ میں ہے۔ تم ایمان لاؤ۔ تو فلاح و ہدایت پاؤ گے۔ خدا تمہاری نیکی اور قسم کی بھلائی کا غلام ہے۔ شرک و بت پرستی اور باہمی حسد و بغض اور مکر و غداری سے تم کو پاک کرنا چاہتا ہے ان تمام امراض سے پاک کرنے کے لئے ایک ایسا بہتر و آسان دین عطا فرما کر تجھ کو تمہارے پاس بھیجے جس میں کسی قسم کی سختی اور تکلیف و مشقت نہیں ہے اگر میرا کہا مانو تو دنیا و آخرت کی نعمتوں کے مالک بنو گے اور ان لوگوں کے سردار بنو گے جنہوں نے تمہیں غلام اور غلام بنایا۔ اور ہر قسم کی ذلتیں دیں۔ گو خدا نے مجھ پر وہ کتاب نازل کی جس میں اولین و آخرین کی خبریں اور قیامت تک کیا ہوا۔ اور کیا ہوگا۔ حسب موجود ہیں اس میں بنیادیں و اولیاء اور صالحین کے واقعات ہیں یہ کتاب اہل دنیا کی خطاوں اور غلطیوں کی تصحیح اور ان کے باہمی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ جس کی وجہ سے قریش نے مسلمانوں پر اور بھی تشدد شروع کر دیا۔ اسی زمانہ میں خداوند عالم نے آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ربیع الاول مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء بروز دوشنبہ آپ نے ہجرت کی۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں ہجرت کا آغاز فرمایا۔ اور غارِ ثور میں جا ٹھہرے۔ مشرکین یہ ارادہ قتل آپ پر دو کی تلاش میں غارِ ثور میں پہنچے۔ لیکن خداوند عالم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وہ ناکام واپس ہو گئے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ مدینہ والوں نے بڑے ہی اخلاق و مسرت سے آپ کا استقبال کیا۔ اور بہتر جگہ آپ کو ٹھہرایا۔ یہاں بھی آپ اسلام کی اشاعت میں مروف رہے یہاں تک کہ مشرق سے لے کر مغرب تک آپ کی تبلیغ کی آواز گونج اٹھی۔ اور لوگ فوج و فوج اسلام قبول کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے لوگ فارس اور قیصر روم کے دل خوف کے مارے دل اٹھے۔ اور ان کو طوعاً و کرہاً اسلام کی عظمت و جبروت کے مقابلہ میں نہایت ذلت و عاجزی سے اپنی ذات اور اپنی سلطنت کے امان کا طالب ہو کر بخیرہ دینا پڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قیادت مہاجرین اور انصار میں اکابر صحابہ کی ایک مجلس تھی جس کے حسبِ ثورہ تمام امور طے پاتے تھے۔ جب تمام لوگ آپ کے زہد و تواضع سے واقف ہو گئے۔ ادا نہیں معلوم ہو گیا کہ آپ دنیا میں حقانیت کے لئے آئے ہیں۔ پھر تو جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی شخصیت کے وقت مسلمانوں

اختلاف کا فیصلہ کرنے والی ہے اس میں ایسے دلائل اور معیاری ہیں جن پر پوری طور سے حاوی ہونے کی انسانی عقل و فکر بھی ہمت نہیں ہے اس میں وہ قوانین و شرائع ہیں جو ہمیشہ باقی رہیں گے جن میں ہر مقام اور ہر زمانہ کی موزونیت رکھنے کی صلاحیت ہو۔ یہ کتاب ہر ملحد و منکر کو بچا دکھاتی ہے اس میں زمین۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات۔ افلاک و کواکب۔ ہر روح کے تمام علوم موجود ہیں اس میں پانی۔ ہوا کے وہ جملہ علوم ہیں۔ جن سے آج ان اسرار و خواص کا انکشاف ہو رہا ہے جن کو دیکھ کر عقل حیران ہے یہ وہ کتاب ہے جس کا ایک نظریہ بھی باوجود عرصہ و ساز گذرنے کے باطل قرار نہیں دیا جاسکا۔ اس میں اخلاق و علم نفس کے وہ قوانین ہیں جن سے دنیا کے علمائے نادان آف تھے۔ بڑے بڑے فصیح و بلیغ اپنی مشترک کوششوں سے اس کے مائل ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے جب تک آسمان و زمین، حق و باطل، خیر و شر کا وجود باقی ہے ہوتی جہنم خداوند عالم نے اس کتاب کو باقی رکھنے کا فیصلہ فرما دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم میں اس نکتہ کی آواز کے خلاف نئی آواز بلند کی۔ جس پر بعضوں نے لبیک کہا اور بعضوں نے انکار کیا۔

قیامِ کل میں آپ نے اسلام کی اشاعت شروع کی۔ ان کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے منع فرمایا۔ اس پر جاہلانہ حمیت نے ان کو تبدیل دین پر اکسایا۔ وہ آپ کے ستانے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے۔ لیکن یہ تمام مداخلات آپ کے صبر و ثبات میں اور بھی اشد و بار کا موجب ہو گئے۔ اپنی قوم کی ہدایت کے لئے آپ خدا سے یہ دعا کرتے کہ اے خدا میری جاہل قوم کو ہدایت عطا فرما۔ غرضیکہ اسی دعوت پر قوم کے اکثر اکابر جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان

شذرات

چند چند چند چند (اداکار) چند چند چند چند

لاکشین میں مسٹر پرویز کا تقرر :-

طویل انتظار کے بعد صدر مملکت نے دستور پاکستان کے مطابق لاکشین کے ارکان کا اعلان کر دیا تو قریب تھی کہ جس اہم کام کیلئے اس لکشین کا تقرر دستور میں ملے گیا تھا ارکان لکشین کے انتخاب میں بات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ کہ ارکان تحقیق اس کام کے اہل ہوں اور وہ پورے غور و دیانت کے ساتھ پوری مہارت سے کام لے کر اسلامی قانون کی تشکیل و ترتیب کی استعداد رکھتے ہوں۔ مگر انیس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس انتخاب میں اس چیز کا خیالی نہیں رکھا گیا۔ ہمارے ملک میں چند ایسے چمیدہ چمیدہ علماء و فقہان اسلامی کے باوجود تھے جن کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا اور بعض ایسے حضرات کو شامل کیا گیا جن میں سے بعض اگرچہ غلط ہیں لیکن اسلامی قوانین و ضوابط کے بارے میں پوری مہارت نہیں رکھتے اور بعض تو وہ ہیں۔ جن کی دیانت و اخلاص پر بھی بجا طور سے شبہ کیا جاسکتا ہے اور جن کو دینی علوم اور شرعی قوانین کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں۔ خصوصیت کے ساتھ مسٹر غلام احمد پرویز کی نشوونما کو کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پرویز صاحب سنت رسول اللہ کو دین اسلام میں محبت مائے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور وہ عرصہ دراز سے ملک میں سنت کے خلاف ایک محاذ قائم کر کے ایک تحریک چلا رہے ہیں۔ کتاب اللہ کو مانتے کا اگرچہ وہ اقرار کر رہے ہیں اور

بظاہر قرآنی دعوت پیش کر رہے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی آیات کی تشریح و تفصیل وہ خالص اپنی ہی خواہشات کے مطابق کرتے ہیں۔ جس کو ان معانی و مطالب سے دور کا بھی واسطہ نہیں جو معانی و مطالب زمانہ رسالت اور خلفائے راشدین کے دور رسالت سے لے کر اب تک مسلمانوں کے ہاں متفقہ طور سے مسلم و مراد رہے ہیں۔ درحقیقت وہ بھی قرآنی علوم و معارف سے بالکل غاری ہیں۔ اور من گھڑت تادیلوں اور مغربی مطربات و افکار کو علوم قرآنی کے نام سے پیش کرتے ہیں تاکہ قرآن مجید کا نام غلط طور سے استعمال کر کے سنت رسول اللہ کی مخالفت کی جاسکے۔ درمسلمانوں کا رشتہ اطاعت و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر دیا جائے ہم اس موقع پر اس تفصیل میں نہیں پڑتے نہ دلائل و براہین سے اثبات کیا جاسکتا ہے کہ پرویز صاحب اصل میں کیا ہیں اور قرآنی نظام کے نام سے وہ درحقیقت کس نظام زندگی کی دعوت دے رہے ہیں۔ اتنی بات تو بہر حال روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وہ علما اعلان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کو مسلمانوں کے لئے محبت شرعی تسلیم نہیں کرتے۔ اب ان حالات میں یہ بات بالکل سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک ایسے لکشین میں پرویز جیسے شخص کے شامل کرنے کا کیا مطلب ہے جو لکشین کتاب و سنت کے مطابق مملکت کے قوانین پر نظر ڈال کر ان کی اصلاح کے لئے قانونی صورتیں

کیا اور سابقہ قابلیت اور مہارت کے علاوہ خاص اس مقصد کے لئے جدید مطالعہ کر کے اس کام کی پوری اہلیت حاصل کی ہے اور اسلامی نظام زندگی کے ساتھ مخلصانہ اور وابہانہ متعلق بھی رکھتے ہیں اسلئے اس کمیشن میں ان تینوں حضرات کو یا ان میں سے دو حضرات کو ضرور شامل کر دیا جائے۔

بعض دینی جماعتوں کی طرف سے پروپیگنڈے کے خلاف احتجاج کرنے کے ساتھ ساتھ یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ اس کمیشن میں ہماری جماعت کا نمائندہ بھی ہونا چاہئے۔ اگرچہ اصولاً ہم تو کسی جماعت کی نمائندگی کی بنیاد پر کمیشن کے ارکان کے انتخاب کے حق پر نہیں۔ لیکن اگر اس سے مقصد صرف یہ ہو کہ کسی خاص مسلک کا عالم دین جو کتاب و سنت کی روشنی میں ماہرانہ طور پر قانونی مشورے دے سکے تو اس سے بھی ضرور لیا جائے۔ تو اس لحاظ سے ہم اس کی بھی تائید کریں گے۔ لہذا اگر بریلوی مسلک کا کوئی عالم دین جو ان امور میں مسلم مہارت رکھتا ہو اور فقہی حیثیت سے اس کی شخصیت علمی حلقوں میں معروف ہو تو اس کو بھی ضرور شامل کر دیا جائے۔

سبیل غلاب

۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء کی طرح

امسال اواخر اگست اور اوائل

ستمبر میں پھر مغربی پاکستان میں سابقہ پنجاب کے دیوالوں میں طغیانی آئی اور رادی اور پنجاب کی بھیری ہوئی موجوں نے پزار ہا قصبہات و دیہات اور شہروں کو تباہ و برباد کیا۔

کر وڑوں کی جامد اویں سیلاب کی نظر ہو گئیں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ بے خانہ ہو گئے۔ ان حوادث و مصائب کی تفصیلی رودادیں اخبارات کے ذریعہ قارئین کرام تک

تجویز کرنے اور نئے قوانین و ضوابط کی تشکیل و ترتیب کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو قصداً برائے انتخاب جان بوجھ کر کیا گیا ہے تاکہ اس طرح خود ارکان کمیشن کے درمیان ایک کشمکش جاری رہے اور کوئی کام نہ ہو سکے اور اسی کشمکش کو بہانہ بنا دیا جائے کہ دیکھئے ہم کیا کریں؟ اگر دستور پاکستان کے مطابق ملک کا نظام اور ملک کے قوانین نہیں بن رہے ہیں ہمارا اس میں کیا قصور؟ یہ تو نہ علمائے کرام کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے ابھی تک انہوں نے کچھ کر کے نہیں دیا۔ حالانکہ واقعہ کمیشن میں دو تین کے سوا اور علمائے کرام ہیں کہاں۔ پروپیگنڈے کے اس انتخاب پر ملک بھر کے اخبارات نے احتجاج کیا اور معقول دلائل دیئے تمام دینی جماعتوں نے ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ جلسے کے گئے اور احتجاجی تجاویز منظور کی گئیں۔ مگر انہوں نے ہمارے ان حکمرانوں نے جو جمہوریت لازمی کا بہت بڑا دعو لائے کرتے اور رائے عامہ کے احترام کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ اس بنا کوئی پروا نہیں کی۔ اس سلسلے میں ہم بھی آج واضح الفاظ میں اپنا یہ مطالبہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں :-

(۱) مسٹر غلام احمد پرویز اور اے۔ آئی قاضی کو تو لازماً اس کمیشن کی رکنیت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ ان دونوں پر قطعاً بھی ہمیں کسی قسم کا اعتماد نہیں اور ان کے وجود ہم اصل مقصد کے لئے زہر قاتل سمجھتے ہیں۔

(۲) سابقہ تعلیمات اسلامی کے تین ارکان۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب انصاری، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے عرصہ دراز تک اس موضوع پر کام

یہ سچ گئی ہوں گی۔ اس سلسلہ میں جو کچھ وقتی تدبیریں حکومت نے یا مختلف شہروں میں عام مسلمانوں کی امدادی کمیٹیوں نے کی ہیں ان کا ذکر بھی اخبارات میں ہو چکا ہے ان سطور کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ سیلاب کے ان حوادث کو لوگ سیلاب کے گزر جانے اور پانی اتر جانے کے بعد بالکل بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان مبذوں کے لئے تنبیہات ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ... کلمہ طیبہ پڑھ کر... عہدہ کے پھر اس کو مسلسل اپنے عمل سے اتر رہے ہیں اور منو انرا فانی کر کے گویا ایک بغاوت کی شکل پیدا کر دیتے ہیں اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ پاکستان بننے سے قبل قوم نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔

یاد ہو گا کہ جولائی ۱۹۴۷ء میں دہلی میں مسلم لیگ کنونشن کے موقع پر ہمالہ سے تمام لیڈروں نے (جن میں سے اکثر اب تک حکمران اور برسرِ اقتدار رہے اور اب بھی ہیں) ۶۰ صلاحتی و نسکی و محیای و ماتی للہ رتب العالمین۔

کی آیت لاکھ کر اس کے نیچے دستخط کئے تھے اور اسی آیت کے مدلول و مفہوم کو پاکستان میں پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ۔ یہ منہرہ تو ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد جو کچھ ہماری حالت اب تک رہی ہے اور اب بھی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اعمال و اخلاق کی جو جو خرابیاں تقسیم سے قبل ہم میں موجود تھیں ان کو نو باقی رکھا ہی۔ اس پر مزید

اب ایسی صورت میں قانون قدرت کے مطابق اس قسم کی تنبیہات کا پلے در پلے آنا بالکل قدرتی معاملہ ہے اس لئے ملک کی سرسبزی اور غلہ اگنے کے باوجود غلہ کی بیانی اور ہائے آٹا ہائے آٹا کی پیچ و پکار کا عذاب آتا ہے کبھی وبائی امراض سے پریشانی لاحق ہوتی ہے اور کبھی دریاؤں کا پانی سیل عذاب بن کر لہتیوں اور کھیتوں کو تروبالا اور نظام مواصلات کو زبردستی دیر کر دیتا ہے یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن ہم اس بات کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کہ اپنی موجودہ غیر اسلامی زندگی میں کچھ انقلاب لے آئیں اور مرض کی صحیح تشخیص کر کے صحیح علاج اختیار کریں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توبہ و استغفار کرنے اور اس کو راضی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے ہم صرف چونے اور سینٹ کی بند باندھ کر ان بے جان مادی چیزوں پر اعتماد کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ تدبیریں ہی ان سیلابوں کے لئے کارگر ہو سکیں گی۔ حالانکہ تاریخی حقیقت ہے اور بار بار بار کی آزمائشوں کی گواہی دیتی ہے۔

ساکوی الی اخیل لیصمنی من الملاء۔ کہا اور حصن طاہری تدبیروں پر ہی سہارا کیا اور مستیلا سباب کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ توحید سیل عذاب آتا ہے تو اُسے لا احصا صم الیوم من امر اللہ الامن بحکم سنا پڑتا ہے اور طوفان کی تند و تیز موجیں اگر اس کو غرق کر دیتی ہیں۔ اگر تدابیر کو حصن تدابیر کے درجے میں رکھا جائے تو ہم اس کے مخالف نہیں بلکہ ایک حد تک ان تدابیر کو اختیار

میں بیٹھ کر چلنے والے مسافر کو ڈرا دھمکا کر اس سے کچھ نقدی
پھین لے۔ اگر واقعہ صرف اتنی قسم کی چند صدقوں کا نام
جرم اور دوسروں کے حقوق پر دست اندازی ہے تو
شاید آپ کی یہ بات تسلیم کر لی جاسکتی ہے کہ غربت اور
افلاس اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے جرائم یورپے میں کیونکہ
ہم بھی مانتے ہیں کہ اکثر ان پڑھ اور غریب طبقہ کے لوگ
اس طرح نعت زنی اور رہنری کرتے ہیں اور بعض دفعہ
ابتداءً غربت کی وجہ سے ان جرائم پر مجبور ہوجاتے ہیں
اور پھر ان کی رعایت بن جاتی ہے لیکن اگر جرم کو ذرا عام
کیا جائے اور دھوکہ، فریب، جعل سازی سے کسی کمال
چھینا، بلیک مارکیٹنگ، رشوت خوری، سود خوری، زنا کاری
شراب نوشی، مردم آزاری، مزدوروں اور کنوئیں پر ظلم
کم اجرت دینا اور زیادہ کام لینا وغیرہ بھی جرائم کی
فہرست میں شامل ہوں اور یقیناً یہ جرائم میں داخل ہیں
بلکہ پورے اور رہنری سے بھی بڑھ کر ملک کے امن و چین
کے لئے زہر قاتل، تو پھر یہ کہنا درست نہیں کہ ملک
میں جرائم کی کثرت اسلئے ہے کہ لوگ ان پڑھ اور غریب
ہیں۔ کیونکہ مندرجہ بالا یہ سب جرائم وہ ہیں جن کا ارتکاب
بڑے، بڑے ناہر، کارخانہ دار، جاگیر دار، زمیندار اگر بھٹ
تعلیم یافتہ اور وکٹیروں کے (وجہ سے) لہے ہوئے پڑھے لکھے

جرائم کے اسباب { ایک مجلس میں حیدر
دوست بیٹھے پاکستان

کے حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ یہاں پر چورھی۔ ڈاکٹر ازمیرنی وغیرہ عوام کی جو کثرت ہو رہی ہے اس کا ذکر آیا۔ تو ایک صاحب نے فرمایا کہ ہمارے ملک میں جرائم کی کثرت اسی لئے ہے کہ یہاں غربت و افلاس عام ہے۔ معاشی حالت ابتر ہے تعلیم کی کمی ہے اکثر لوگ جاہل اور ان پڑھ ہیں اس پر ایک دوسرے صاحب نے فرمایا اور ہماری لائے میں بھی بالکل بچا فرمایا۔ کہ غالباً آپ صرف اس چیز کو جرم سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص نقیب زنی کو کے رات کے اندھیرے میں کسی کے گھر سے یا دکان سے کچھ مال و اسباب لے جائے یا راستہ

(۱) دیگر کا وغیرہ۔۔۔۔۔

کرتے رہتے ہیں اور ان جرائم کا جو دہی اس ملک میں
ان بڑے بڑے دولت مندوں - سرمایہ داروں اور
تعلیم یافتہ لوگوں کی برکت سے ہے۔ ان پڑھ اور
غریب طبقہ کے لوگ نہ ان جرائم کا از کاب کرتے ہیں

وہاں کس کثرت کے ساتھ یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو ایسی خبریں شائع ہوتی ہیں کہ جن کو پڑھ کر خیال ہوتا ہے کہ امریکہ کے یہ ”مہذب و شائستہ“ لوگ تو درحقیقت ہم جیسے غیر مہذب و غیر ترقی یافتہ لوگوں سے بھی بڑھ کر اخلاقی لحاظ سے گرسے ہوئے اور پس ماندہ ہیں۔

پس حقیقت یہ ہے کہ ان جرائم کی اصل وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف نہیں رہا۔ مادیت کا غلبہ ہے اور روحانیت مغلوبہ، غلط نظام تعلیم اور غلط تہذیب و تمدن منہ اخلاقی اوزار کو پامال کر دیا ہے۔ اور نیک و بد کا معیار بدل گیا ہے۔ اہم آخرت پر یقین نہیں رہا۔ پس دنیا کی زندگی اور یہ چند روزہ لذت اندوزی پیش نظر ہے اور اس عالم عالم جاہدان کی دائمی زندگی کا اعتقاد و قلوب سے ختم ہونے لگا ہے یہ احساس باقی نہیں رہا۔ کہ یہاں کے اعمال و کردار کا ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب بھی ہونے والا ہے اور پھر وہاں۔ **من یعمل مثقال ذرۃ خیرا** میرا کہ **ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا میرا**۔

کے قانون خداوندی کے مطابق ان جرائم کی یادداشت میں جہنم کی دہشتی ہوئی آگ میں جلنا پڑے گا یعنی ہے اصل سبب مریض۔ اور اگر قوم کے معالج چاہتے ہوں کہ صحیح علاج کر کے ان امراض کا خاتمہ کر دیں تو یہی طریقہ علاج اختیار کرنا ہوگا کہ خدا کا خوف اور آخرت کا یقین اور یوم الحساب کے جواب دہی کا احساس کسی طرح پیدا کر دیا جائے۔



اور نہ کر سکتے ہیں اس لئے ہمارے ملک کی بیماریوں کی تشخیص اور اسباب مرض کی یہ تعین بالکل ہی غلط ہے اور اگر اس تشخیص و تعین کو صحیح سمجھ کر علاج کرنے کی کوشش کی جائے جیسا آج تک ہو رہا ہے تو کبھی بھی مرض کا ازالہ نہ ہو سکے گا اور جرائم کی کثرت اسی طرح رہے گی۔ بلکہ بڑھے گی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد عام طور پر جن لوگوں کی مالی حالت پہلے سے اچھی ہو گئی ہے اور آج کی کی اصطلاح میں جن کا معیار زندگی اونچا ہونے لگا ہے وہ اسی تدریج کے ساتھ ان جرائم میں بھی ترقی کر رہے ہیں جھوٹا جوا اگر فریب دہی اور بلیک سے محفوظ ہے تو جب بڑا تاجر بن جاتا ہے تو اس کا کام ہی یہی ہوتا ہے کہ کسی کو دھوکہ دے کہ بلیک کر کے ذخیرہ اندھری کر کے ٹھکانگ کر کے اپنے سرمایہ میں اور بھی لاکھوں۔ کروڑوں کا اضافہ کر دے اور جو مفلس و تلاش آج کل خانہ دار بن گئے ہیں وہ تو دراندازی کے پیکر میں ایسے پھنسنے ہیں کہ ان کو تو اخلاق الٹ فی تک کا پاس نہیں۔ اور ہر جرم کا ارتکاب کر کے وہ کل خانہ دار سے بھی بڑھ کر کچھ اور بننے کی فکر میں لگے ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض نے تو محض سرمایہ کے بل بوتے پر ملک کی سیاست کو بھی گندہ کر دیا ہے اور ملک میں صحیح جمہوریت کے نشوونما کو رکھنے کے لئے وہ دھریے استعمال کر رہے ہیں۔ کہ لقب زلوں اور ڈاکوؤں کے جرائم کی نوعیت ان جرائم کے مقابلہ میں بہت معمولی نظر آتی ہے۔

نیز یہ بھی صحیح بہین کہ محض تعلیم کے عام ہونے اور غربت و افلاس دور ہونے سے چوری چپکادی اور قتل و خون ریزی کا خاتمہ ہو سکتا ہے آپ آئے دن اخبارات میں امریکہ جیسے ممالک اور تعلیم یافتہ ملک کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ

کلمۃ الحق کیلئے جدوجہد کی ضرورت

★

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے اور ان ہی کی ہدایت کے ماتحت دکن چلے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے نظامیہ سلسلہ کی شاندار خالقاہ قائم کی تھی۔ ان کے مرشد شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اپنے مرید خاص کو دہلی سے مکاتیب بھیج کر سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ کے بارے میں ہدایات فرماتے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

و قبل از بیس مے اوشتم کہ بر لشکر بروید

اکنون ایں امر است ہر جا کہ باشد در

اعلائے کلمۃ الحق باشد۔ مکتوب ۱۱ ص ۲۴

یعنی میں نے تم کو اس سے پہلے لکھا تھا کہ لشکر میں جاؤ۔ لیکن اب یہ حکم ہے کہ جہاں کہیں رہو گے۔ کلمہ حق بلند کرنے میں لگے رہئے۔

اس مکتوب شریعت کے ان محلوں کو اس مقصد کے لئے نقل کیا گیا ہے کہ ہمارے اکابر اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام نے ہمیشہ یہی مقصد سامنے رکھا ہے اور اس میں اپنی زندگیاں گزار دی ہیں کہ اس ملک میں اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے اور جہاں کہیں بھی رہے اور جہاں بھی وہ جا سکے اسی فکر میں لگے رہے کہ خدا کے بندوں کا تعلق خدا سے جوڑیں اور لوگوں کے قلوب میں کلمہ حق کی تخم ریزی کریں۔ اور ان حضرات کی ان مساعی جمیلہ کا اثر تھا۔ کہ اس تیکہ ہند میں توحید

کی روشنی بھیلتی گئی۔ اور غیر مسلم قومی لاکھوں کی تعداد میں دین اسلام میں داخل ہوتی گئیں ان بزرگوں نے اسلام قبول کرنے والوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی اور ان کو صراطِ مستقیم پر پلایا۔ لیکن جیب سے ان مشائخ طریقت کے سجادہ نشینوں نے ”حق خلافت“ ادا کرنا چھوڑ دیا اور ان بزرگوں کے خالقاہوں کو مرکزِ رشد و ہدایات بنادینے کی بجائے محض رسمی عقیدت گاہوں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اس وقت سے اس ملک میں اسلام کی اشاعت و توسیع کا سلسلہ بھی حرکت گیا اور خود مسلمان بھی شرک و بدعت کی آلودگیوں سے آلودہ ہوئے اور اس طرح کلمۃ الحق کے اعلا کا یہ کام باقی نہ رہا جو ان صوفیائے کرام کا اصل مقصد زندگی اور خاصہ قصوف و سلوک تھا۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی مشائخِ چشتیہ میں سے ایک مستقل سلسلہ تصوف کے ممتاز ترین بزرگ ہیں اور اسی سلسلہ کے مرشدین میں بہت سے اکابر اولیاء اللہ وہ ہیں جن کا خلق ہمارے موجودہ ملک پاکستان کے ساتھ ہے اور ان اولیاء اللہ کے خالقاہوں میں اب بھی سجادہ نشینی کا سلسلہ جاری ہے اور آج بھی اس ملک میں لاکھوں مسلمان ان خالقاہوں کی طرف ارادت و عقیدت کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ مقدس اور پاکیزہ مقامات ہیں جہاں سے وہ روشنی حاصل ہوگی جو سینوں کو منور و تاباں کر سکتی ہے۔ لیکن نصیباً منوس کہنا پڑتا ہے کہ اکثر بدیشہ حالت یہ ہے کہ رہا صوفی گئی روشن ضمیری

کلمۃ الحق کی یہی صورت ہے کہ جمہور مسلمین کی دینی اصلاح کی جائے۔ اور خالص اسلامی رنگ میں اُن کی فتنہی تربیت کی جائے اور ان کو اسلامی زندگی کے پورے تقاضے اِسی طرح سمجھا دیئے جائیں۔

ہمارے ملک کے دستور میں تو کسی حد تک اسلامی
تظام حکومت کے لئے گنجائش ابھی ہے اب علما بھی
ملک اور ملک کے نظام میں اسلام کو نافذ کرنا یہ کاغذ
پر لکھے ہوئے دستور کا کام نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کا کام ہے
جو دستور کے مطابق حکومت سنبھال لیتے ہیں۔۔۔

جو غمگینی اور علمی دونوں طرح سے اسلام کے ساتھ متعلق رکھنے والے ہوں۔

یہ جہند تھا کہ میں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیا
سہارے ملک کے مشائخ طریقت اور علمائے کرام
ان کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ ہاں

فصل ششم داع او عجیب اذان

نظامِ عظیم میں تبدیلی

نظام میں تبدیلی یہ ایک حقیقت ہے کہ
کسی قوم کے ذہن و فکر
کو بنانے میں سب سے بڑھ کر موثر اور کارگر چیز اس قوم
کا نظام تعلیم ہوتا ہے اس وجہ سے جب بھی کوئی
قوم یہ مفید کرے گی کہ وہ کسی اصولی نقطے پر اپنی
ریاست اور اپنے معاشرہ کی عمارت استوار کرنا
چاہتی ہے تو وہ تعمیری کام کا آغاز کرنے کے لئے
سب سے پہلے اپنی توجہ اپنے نظام تعلیم کی طرف

ہم پورے خرم و یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر پاکستان کے صوفیاء و مشائخ اور بزرگان دین کے موجودہ تمام سجادہ نشین ارجع اعلائے کلمۃ الحق کو اپنا نصب العین اور مقصد زندگی بنا کر اس عزم و استغفال کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لئے اٹھیں جو ہمارے اسلاف کرام کا شیوہ تھا تو اب بھی عالم قوم کی عقیدت و ارادت کا تعلق ان کے ساتھ اتنا مضبوط و متحکم ہے کہ وہ بڑی آسانی کے ساتھ ملک کا یہ موجودہ غیر اسلامی نقشہ زندگی بدل سکتے ہیں اور جمہور مسلمین میں ایک عظیم کمپنی اور پرامن اور خوشگوار انقلاب پیدا کر سکتے ہیں لوگوں کی ذہنیت اور ان کے رجحانات کو معولی سہی کوشش کے بعد وہ اسلام کی راہ پر لگا سکتے ہیں اور پھر اس ملک میں کسی آمر کی آمرانہ ذہنیت کے مطابق کوئی غلط نظام زندگی چل سکتا ہے۔ ذرا مکیہ اور برطانیہ کے عشاق اور مغرب زدہ لیڈران قوم کے لیزید نظام حکومت کے لئے کوئی گنجائش پیدا کسکتی ہے اور نہ لینن اور سٹالین کے شاگردوں اور نظام شراکیت کے دلدادوں کے الحاد و گمراہی کو کسی رنگ میں پہنچے کا نتیجہ مل سکتا ہے اگرچہ ان بزرگوں کے اپنے اور مقدس بادشاہ کی جلدی یہ کمزور و اذہن نہیں پہنچ سکتی۔ مگر بہر حال ہم تو پورے خلوص اور درود کے ساتھ ان حضرات کی خدمت میں ان کے سلسلہ طریقت کے ایک مسلم بھنگ کا یہ مکتوب گرامی بار بار پیش کر سکتے۔

۲۰ اکھنوں میں لکھنا سیکھنا ہو جائے گا

اعدائے کلمۃ الحق باشند۔“

موجودہ حالات میں مملکت پاکستان کے اندر نازک

دیا جائے۔

اب تک ہمارا نظام تعلیم ایک بے سرو پا اور بھول
نقشہ پر چل رہا ہے وہ کوئی لصف العین نہیں دیتا۔
کوئی نظریہ اور اصول نہیں دیتا۔ کوئی ٹھوس کردار
نہیں دیتا۔ اور اس کے ذریعے ہم اسلامی نظام زندگی کے
لئے تو کجا۔ کسی بھی آغاز اور ترقی طلب معاشرے کے
لئے رہنما اور کارکن حاصل نہیں کر سکتے۔ پس یہ نظام
تعلیم اگر ایسی اسی بھول حالت پر قائم رہے تو ہم اپنے
نئے دستور کے تقاضے کسی وجہ میں بھی پورے
کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ اسے بدلنے کے لئے
پہلے بھی عام بے چینی موجود تھی۔ مگر اب نئے دستور
کے سامنے آ جانے کے بعد تو اسے موجودہ صورت
میں گوارا کرنا کھلی کھلی حماقت ہے۔

اس معاشرے کو آئندہ محض مغرب زدہ
افسروں اور ”سننے کلکوں“ کی ضرورت نہیں ہے
بلکہ اچھے مسلمانوں اور اچھے انسانوں کی ضرورت ہے
نظام تعلیم کا فرض ہے کہ وہ نئی نسلیں کو اس طریقے
اور لصف العین سے مالا مال کر کے لائے جس پر ہمارا
نیا دستور مبنی ہے وہ ان کے دماغ پر محض معلومات
کے انبار لا دلا دکر ان کو فارغ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اب
ان کو ایک مضبوط اسلامی کردار سے بھی آراستہ
کرنے کی ذمہ داری ہے۔

اس تبدیلی کے لئے سرے سے نلسفہ تعلیم
کو بدلنا ہو گا۔ لصف کا نقشہ بالکل دوسرا اختیار کرنا
ہو گا۔ معلم کے پارٹ کو بہت زیادہ وسیع کرنا ہو گا۔

مبذول گرتی ہے اور یہ ضروری محنتی ہے کہ اپنے لصف العین
اور پیش نظر نقشہ کے مطابق نظام تعلیم کے ذریعہ عوام کے
ذہن و فکر کو بدلایا جائے۔

قیام پاکستان کے بعد سے لے کر ۳۴ مارچ ۱۹۷۷ء
تک تو ہماری بد قسمتی اور ارباب اقتدار و اختیار کی خود غرضی
وجہ پسندی کی وجہ سے ہمارا اپنا کوئی دستور ہی نہیں تھا
اور یہ طے نہیں ہو سکا کہ ہمارا نقشہ کار کیا ہو گا۔ یہ ایک
طویل داستان ہے جس کا دہرانا خود اپنے رجنوں پر تک
پاسی ہے۔ بہر حال بڑی جدوجہد کے بعد ۳۴ مارچ ۱۹۷۷ء
کو نئے دستور کا تعاد ہو ا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں
کہ اس دستور میں اسلامی نقطہ نگاہ سے متعدد خامیاں
موجود ہیں اور وہ کافی حد تک تشویش ناک ہیں ان خامیوں
کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کو مسلسل جاری رکھنا اسلام
پسندوں کے لئے ایک مستقل فریضہ ہے جس کی ادائیگی
ابھی باقی ہے لیکن ان تمام لصف کے باوجود یہ دستور اسی
معنی میں اسلامی دستور ہے۔ کیونکہ اس نے متیور دار تعاد
کا رخ اسلام کی طرف پھیر دیا ہے یعنی دستور کی طور پر
یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ ہمارا لصف العین اسلامی زندگی ہے
ہماری ریاست اور ہمارے معاشرہ کی عمارت اسلام
کی بنیادوں پر استوار ہو گی۔ اور یہاں جو کچھ نقشہ زندگی
ہو گا۔ وہ کتاب و سنت کے مطابق ہو گا۔

اب آپ دیکھیے کہ ہمارا موجودہ رائج الوقت
نظام تعلیم دستور کے ان تقاضوں کے مطابق ہے
یا نہیں۔ اور اگر نہیں تو کیا دستور کا یہ لازمی تقاضا نہیں
ہر سب سے مقدم کام یہ کیا جائے کہ نظام تعلیم کو یکسر بدل

اور محسوس گا ہوں اور ٹریننگ کالجوں کے ماحول کو نئی ساخت دینی ہوگی محض اتنے سے اقدام سے کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہو سکتا کہ آپ دینیات کا ایک پیڑ ٹڈر رکھ دیں اور ایک کتاب مقرر کر دیں (اور وہ بھی نہایت غیر اہم درجہ میں) تعلیم کا مقصود اور زاویہ نظر اور اس کا مزاج بدلنے کی ضرورت ہے ظاہر ہے کہ اب تک مندرجہ بالا امور میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔ انگریزی کا جو نظام تعلیم تھا۔ بعینہ وہی جاذبی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں جو تھوڑی بہت دینی خوبیاں تھیں وہ تو ختم ہو گئی ہیں صرف برائیاں ہی برائیاں رہ گئی ہیں تو بے جا نہ ہوگا اس موقع پر ہم یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس طرح ”جدید تعلیم“ کے بارے میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس پر نئے سرے سے غور کر لے اور نئے تقاضوں کے مطابق نظام تعلیم کی ضرورت ہے اسی طرح ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ نئے تقاضوں کے مطابق ”قدیم تعلیم“ اور عربی مدارس کے نظام تعلیم، نصاب تعلیم اور طریق تعلیم میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ قدیم و جدید کی یہ کشمکش اور یہ اصطلاحیں ہی ختم کر دی جائیں۔ جو خالص عقیدہ دینی اور دینی علوم ہیں ان کے بارے میں تو قدیم و جدید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ قدیم زمانہ سے لے کر اب تک لازوال ہیں۔ اور وہ الگ ہی جدید ہیں۔ اور زمانہ کی قیامت تک جدید رہیں گے۔

باقی جو علوم معاش ہیں ان میں سے اگر قدیم علوم اب بھی نافع اور کارگر ہوں تو محض قدیم ہونا کوئی حرم نہیں۔ اُسے اپنا ناچلے۔ اور ان میں سے جو جدید ہوں لیکن ہمارے دستور کے تقاضوں کے خلاف اور ہماری قوم کیلئے مضر ہوں تو محض جدید ہونے کی وجہ سے وہ قابل اخذ نہیں۔ قدیم اگر غیر نافع ہوں تو ان کو چھوڑا جائے۔ جدید اگر نافع ہوں تو ان کو ضرور لیا جائے۔ اور اس طرح بلا تفریق قدیم و جدید نئے نظام تعلیم میں ان تمام علوم معاش کو لے لیا جائے جو مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے اور خدا تعالیٰ کی زمین کو نیکی اور تقویٰ سے بھر دینے کے اہم اور ضروری فریضہ کی ادائیگی میں مفید اور کارگزار ثابت ہو سکتے ہوں۔ مگر یہ کام تب ہو سکے گا۔ کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں زمام اقتدار ہے ان کی ذہنیت واقعی بدل جائے اور وہ محض شیخ پر عام مسلمانوں کے سامنے دھڑکتے ہوئے کی خاطر اسلام کا نام زبان پر نہ لاتے ہوں بلکہ غلط طور پر وہ اسلام کو اپنا نصب العین اور مقصد زندگی قرار دیں اور اس ملک کی تعمیر و ترقی کا کام وہ اسلامی ماحولوں کے مطابق سر انجام دینے کا عزم کر دیں اور اپنا قبلہ تو جو زیوارت العین اور ہاسکو بنانے کی بجائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو مان جائیں اور اسے نیک ہو جائیں تو نظام تعلیم کی یہ تبدیلی ہو سکے گی۔ ورنہ جیسا کہ اب ہو رہا ہے کانفرنسوں میں تو ہر وزیر اور ہر افسر تقریر کر کے نظام تعلیم کی تبدیلی پر زبانی طور سے زور دے گا۔ اور عام مسلمانوں کو خوش

خوب فرمایا پایائے اعظم نے۔ یہ ایڈمنسٹریٹر اور حکمران جو فساد کی جڑ ہیں۔ اخلاقی قدروں کو گہری قبر میں دفن کر کے رہیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آرٹ کے نام سے موجودہ نسل کو ایڈمنسٹریٹر بنا رہے ہیں۔

انہوں نے ناچ گانوں کا وہ طوفان برپا کر رکھا ہے اور وہ بے حیائی پھیلا رکھی ہے کہ اگر اس کی روک تھام نہیں کی گئی۔ تو آئندہ ماں بہن میں بھی تمیز اٹھ جائے گی۔ رہے ریڈیو اور سینما تو لوپ صاحب تمام ملوثی کرتے ہیں۔ پیشینہ فی صربے کبھی بھی قابو میں نہ آئیں گے۔ ریڈیو نے نہ صرف ہر شخص کو سیاسی داغ عطا کیا ہے بلکہ اس نے داعی صلاحیتوں پر چھاپا مارا ہے سینماؤں نے نہ معلوم خدا کی کتنی مخلوق کو حرام کار قاتل ڈاکو اور نقب زن بنایا ہے اور کس قدر دنیا میں اخلاقی انار کی پھیلائی ہے۔ یو پ صاحب نے ایڈمنسٹریٹر سے اپیل کی ہے حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ قانون اور اخلاق کے احترام کو فروغ دینے کیلئے ان حکمرانوں کے خلاف ہمہ گیر نفرت پھیلائی جائے اور عوام کو بتایا جائے۔ سمجھایا جائے کہ یہی لوگ اخلاق کے قاتل اور امن عالم کے دشمن ہیں۔ یہی لوگ اپنی نفسانی اغراض و ابواء کے لئے پوری قوم کے ذہن و قلب کو تباہ کرنے والے ہیں جنہیں ان لوگوں کا احترام دلوں میں باقی رہے گا انسانیت کبھی واپس نہ آ سکے گی۔

افسوسناک صورت حال۔

مغربی پاکستان اسمبلی کا جو اجلاس ۱۴ اکتوبر سے لاہور

کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن بات دہی ہے گی جو چلے سے ہے۔

اور لاٹو میکا لے کا یہ نخوس نظام تعلیم بھرے نوہالوں کے قلب و دماغ کو جبری طرح متاثر کرتا رہے گا اور رنگ و خون کے اعتبار سے پاکستانی نوجوان انکار و نظریات اور اعمال و اخلاق کے اعتبار سے انگریزی بنتے جائیں گے۔ اور اس طرح دستور پاکستان کی مٹی پلید ہوتی جائے گی۔ اور خود دستور کے محافظ ہی دستور کو پارہ پارہ کرتے رہیں گے۔ اور یہ ایک نہایت خون چکان المیہ ہو گا۔

۱۔ ریڈیو اور سینما۔

ہر بائی نسل پایائے اعظم نے دنیا کے کیتھولک بپتسموں کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ریڈیو، سینما، اور ٹیلی ویژن کے غلط استعمال سے جو اخلاقی برائیاں عام ہو رہی ہیں ان کی سختی کے ساتھ مزا سمحت کی جائے اور مسیحی اخلاق اور ایمان کو ان کی زد سے بچایا جائے۔ تقدس آب پایائے اعظم نے یہ بھی لکھا ہے کہ آرٹ کے نام سے جو چیز بھی دنیا میں آئے اس کی سختی کے ساتھ نگرانی کی جائے اور سیاسی لوگوں کے پراپیگنڈہ کا کوئی اثر نہ لیا جائے آپ نے پیلاک ایڈمنسٹریٹر سے اپیل کی ہے کہ وہ جدید آرٹ کی نگرانی کو جس نہ صرف سیاسی نقطہ نگاہ سے بلکہ اخلاق عامہ کے نقطہ نظر سے بھی۔

میں ہو رہا ہے۔ اس کی روزانہ کارکردگی اخبارات کے ذریعہ شائع ہوتی ہے اور قارئین کرام کی نظروں سے گزرتی ہوگی۔ ان ایام میں ہمارے ان ”غائبوں“ نے جس کردار و اخلاق کا مظاہر کیا ہے وہ نہایت امنوسناک بلکہ شرمناک ہے صحیح و شام کیا بلکہ گھنٹہ گھنٹہ کے بعد وفا داریاں بدلتی گئیں۔ اور ہرآن ان حضرات کو نئے نئے انگشتاں ہوتے رہے۔ ضرب اقتدار کے بچوں سے اٹھ کر ضرب اختلاف کی طرف آنا۔ اور بھر خوب اختلاف کی لشتوں سے اٹھ کر خوب اقتدار کی طرف جانا۔ بالکل بچوں کے کھیل کی طرح اور ایک مزاق کی شکل میں مسلسل جاری رہا۔ ان حالات کو دیکھ کر ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دیدہ بینا عطا فرمایا ہے اور جس کے سینہ میں کچھ بھی سمجھنے والا قلب موجود ہے یہ فیض بآسانی کر سکتا ہے کہ اگر ہمارے حکمرانوں اور قانون سازوں کے اخلاق و کردار کی یہ کیفیت ہے اور جاہ طلبی ہو کہ اقتدار اور خود غرضی اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہے تو اس ملک کے لئے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی اور ایسے ناخداؤں کے ہاتھوں ملت کی کشتی ہر وقت خطرات و مہالک کے سموز میں گری ہوئی ہوگی۔ اگر ہماری قوم یہ چاہتی ہے کہ ان کے تمام مسائل زندگی احسن طریقہ سے حل ہو جائیں۔ اور ملک حقیقی ترقی کرے۔ اور یکھٹا حق واقعی طور پر ایک اسلامیہ جمہوریہ بن کر اقوام عالم میں عزت کا مقام حاصل

کرے۔ تو ہم کو سب سے پہلا کام یہ کرنا ہوگا۔ کہ ہم ایسے لیڈروں اور ہر وقت ایمان و ضمیر کا سودا بیچنے والوں اور قوم کے منافع کے ان سوداگروں سے نجات حاصل کریں۔ ہم کو نہ تو دن یونٹ کے قیام سے براہ راست کچھ دلچسپی رہی ہے اور نہ آب اس کے ٹورنے کی قرارداد سے کچھ تعلق۔ اس مسئلہ کے حسن دفع پر فی الحال بحث کرنے کا موقع نہیں۔ لیکن اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ جینز خود غرضوں نے جب محض اپنی اغراض اور اقتدار کی کوسپی کے لئے فوری سمجھا۔ کہ دن یونٹ کے نام سے ایک گھر دنا بنا دیا جائے تو قوم کی رائے معلوم کئے بغیر مفاد و منافع کو سوچے بغیر محض ڈنڈے کے زور سے اٹھے بنایا۔ اور جلدی جلدی کرسیاں سمجھا لیں دو سال کے بعد جب یہ دیکھا کہ اب کرسی اقتدار پر ٹنگن رہنے اور اغراض و ابوار کے حصول کے لئے اس گھر دندے کو گرانا اور اجاڑ دینا ہی مفید ہے تو انہیں لوگوں نے اہل ملک کی رائے حاصل کئے بغیر اس کے بڑے عواقب کو سوچے بغیر اور وحدت کو توڑنے سے پیدا ہونے والے فتنوں کی پیش بندی کئے بغیر انوں ملت ایک بڑا گروہ کے ساتھ سمجھ کر کئے اس وحدت کو توڑنے کی قرارداد پیش کر دی جو خود انہوں نے قائم کی تھی اور جس کے متعلق ان کو دعویٰ تھا کہ پاکستان کے نام دکھوں کا علاج بس اسی میں ہے اس ایک واقعہ سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے

فاش باید گفت ستر و لبراں * مانع وایں ہمہ سوداگراں
اور ایک کسی ایک پلڈی کی خضیص نہیں ہر پلڈی میں اکثریت ان
لوگوں کی ہے جن کا سیاسی مسلک یہ طے شدہ ہے کہ اصول کے

حقان کرنا سمجھنا ملنا جاہ و منصب کی خاطر ہر جائز ناجائز کار کا سودا بیچنا خود غرضی سے نجات عطا فرمائے۔

یادِ خفایاتِ حسرتِ ایام و احوالِ محرم

(از مولانا الحاج فضل کریم صاحب گوئل بھروی)

صحن گلشن میں لہجہ درخ و دعا	بہل مسکین ہوئی شمع سرا
حسرتا و احسرتنا ، یا دیتنا	ہو گیا مجھ سے گل و عنا جدا
باد صحر سے ہوا ویراں چمن	میں گریباں چاک لہریں دمن
چشم نرگس اشک آلودہ ہے آج	ہو گیا رخصت ہمارے سر کا تاج
غنجہ سیمین ذقن بدوش ہے	خندہ پیر کیف سے خاموش ہے
فاختہ کو کو کوناں ہے سو بسو	آج اس کو ہے کسی کی جستجو
لے دریغا اے دریغا لے دریغ	ہو گیا وہ ماہ تاباں زیرِ منغ
الفراق اے فارس میدانِ دین	الوداع لے جا لے جا جیل المیتیں
الفراق لے بیٹو اے شاہرہ	الوداع لے چشم و چراغ بگوبہ
الفراق لے زینت محراب ما	الوداع لے زیب مہر مصطفیٰ
الفراق لے جامعہ مارا خطیب	الوداع لے درود ہمارا طیب
الفراق لے غزلیہ نعمت زن	الوداع لے آہوئے دشتِ حق
نامِ نشان یحییٰ محمد ذوالکرام	شد و بودش نظرِ یحییٰ الخاتم
لبت و ہشتم از محترم محترم	در دوش بند رفت و کوئے محرم
و ادبا پیک اجل حق این پیام	یو مرد و زاید ذمی احترام
روحِ مشاں در صحر رحمتِ شاداد	ایں دُعا از عسافِ آزاد باد

مولانا محمد سعید صاحب زین بھروی
 خدائے اعلیٰ سے اعلیٰ خفی و شہان بگوبہ
 روح پر نقارِ آفتابِ آسمان بگوبہ
 وہ مبارک تنہاں جیسے صوفیہ گان بگوبہ
 جیل کے گان کی طرح صوفیہ گان بگوبہ
 مولانا محمد سعید صاحب زین بھروی
 سالِ حلیتِ شاداد خدائے اعلیٰ بگوبہ
 ۱۳۸۰ھ

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا ذکر

چند چند چند چند چند چند چند چند چند

سوال :- میرا ایک ملاقاتی دوسرے جو خود ایک سنی کہتا ہے اکثر شیعوں کے پاس اٹھنا بیٹھتا اور ان کی باتیں سنتا ہے اور اس صحبت کا اثر کافی حد تک اس کے خیالات پر ہو گیا ہے چنانچہ میں جب کبھی دینی مسائل میں اس سے گفتگو کرتا ہوں۔ تو اس کا انداز بیان شیعہ حضرات کی طرح ہوتا ہے یعنی حضرات صحابہ کرام کی شان میں جو کچھ وہ کہتا ہے ذرا بے باکانہ انداز میں کہتا ہے اور اہل سنت کے طریقوں پر جو اعتراضات کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے اعتراضات کو اس رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ محض ایک علمی تحقیق کرنا چاہتا ہے اور اس کو صحابہ یا دوسرے ائمہ اہلسنت پر اعتراض کرنا یا ان کی تخلیط مقصود نہیں۔ چنانچہ کل اس نے جمعہ کی نماز کے بعد مجھے یہ کہا کہ یہ جو عام طور پر ہمارے ہاں ہر خطیب جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر خاص اہتمام کے ساتھ کرتا ہے اور کوئی بھی اسے کبھی ترک نہیں کرتا۔ میرے خیال میں یہ تو بدعت اور دین میں از خود اضافہ کرنا ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو کبھی بھی جمعہ کی نماز میں اس طرح ان خلفاء کا نام لے کر کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ اور نہ آپ سے کوئی

قوی روایت ایسی مروی ہے جس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ آپ نے ان خلفاء کے دورِ خلافت گزرنے کے بعد آنے والے مسلمانوں کو یہ تاکید کی ہو کہ جمعہ کے خطبہ میں اس دور کا یا اس کے خلفاء کا خاص طور سے ذکر کیا کرو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سینوں نے محض شیعوں کی حزد میں آکر اُن کے چھڑانے کے لئے یہ محدث کام شروع کیا۔ اور اب تک اسے جاری رکھا ہے اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ دینی لحاظ سے اس کا ترک ضروری ہے۔ آپ تفصیل کے ساتھ بتا دیجئے کہ اس بابے میں اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور ذکرِ خلفائے راشدین کی کیا حیثیت ہے؟

(الجواب) ہم آپ کا یہ خیال درست ہے کہ شیعہ کی صحبتِ خفیہ سے آپ کے ملاقاتی سنی کا ذہن غلط طور سے متاثر ہو رہا ہے صحبت کا اثر ہوتا رہتا ہے اور اسلئے قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں اہل اہوار اور فاسد العقیدہ اور فاسد الاعمال اشخاص کے پاس بیٹھنے اور ان کی گفتگو سننے سے روکا گیا ہے۔ آپ پر بھی ایک شرعی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اپنے دوست کو ان کی مجالست اور مصاحبت سے روکنے کی کوشش کریں۔ اور اب تک کی صحبت سے اس کے عقائد و نظریات پر جو غائب اثر پڑ چکا ہو۔ اس کے ازالہ کے لئے پوری جدوجہد

امور مختلف بالمشکلہ کے ساتھ ہیں اور ان کو بدعت ہستی کہا جاسکتا۔ بدعت کی تحقیق ذریعہ کالیسی ہائے دین میں داخل کی جائیں جو قوی مشہود ہوں یا غیر میں وہ دین میں شامل نہ ہوتیں۔ اور کچھ نوافل میں ان کو باہر سے لاکر دین میں داخل کر دیا گیا۔ اور ان کو دین کا کام سمجھا گیا قرون مشہود ہوں یا باہر سے مراد صحابہ کا زمانہ، تابعین کا زمانہ اور تبع تابعین کا زمانہ ہے متبع و مستقر اور دلائل سے نہ ثابت ہے کہ ان بابرکت زماں کے سلف صالحین اور صالحین دین متین نے کبھی بھی کسی ایسے کام کو شریعت میں داخل نہیں کیا ہے جس کے لئے کوئی دلیل مستند دلائل میں سے سنت رسول اللہ میں ملتی ہو۔ انہوں نے کسی فعل کو عیب بھی اختیار کیا ہے اس بنا پر اختیار کیا ہے کہ کوئی روایت حدیث صحیحہ یا دلائل اس کام کو دینی کام قرار دینے کیلئے موجود ہوتی ہے۔

پس جس چیز کو سلف صالحین نے بالاتفاق قبول کیا ہو۔ اس کے بارے میں ممکن ہونا چاہئے کہ ان حضرات نے علمی تحقیق کر کے اور دین کے فرائض کو سمجھ کر اور دلائل و شواہد کو سامنے رکھ کر اس کو قبول کیا ہوگا (۲) ایک چیز جو عام حالات میں محض متعجب اور مردوب ہوتی ہے جس طرح بعض خصوصی حالات میں خصوصی وجوہات کی بنا پر ممنوع ہو جاتی ہے اور حاکمین شریعت وقتی طور پر کرنے والوں کو اس سے روکتے ہیں کیونکہ شریعت مطہرہ کے وسیع تر مفاد کا تقاضا بھی ہوتا ہے اور دین کے دوسرے اہم اجزاء کو صرف اسی صورت میں بچایا جاسکتا ہے اور حدود و شریعت پر قائم رہنے کی یہی صورت ہوتی ہے اسی طرح بعض خصوصی حالات میں چند خصوصی وجوہات کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ اس امر مستحب کو عملاً بروئے کار لائے اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کیلئے وقتی طور پر خصوصی تاکید و انتہام سے کام لیا جائے اور گویا وقتی طور پر ان خاص حالات میں اسے ایک عملی واجب کا درجہ دیا جائے۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کے دوسرے احکام و ضوابط

سے کام نہیں۔ اور معلوم کریں کہ اس کو کیا شہادت پیدا ہو گئے ہیں اور دس گنا ہزار سے سویتا ہے اور یہ دلائل و براہین سے انکو یہ بات دہن نشین کر لیں کہ جو کچھ اس لئے لیا ہے وہ غلط ہے اور اصل دین یہ ہے

جو کچھ میں آپ کے سوال کے جواب میں لکھ رہا ہوں آپ خود اسکو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اور پھر نرمی اور لطافت کے لہجہ میں خوب وضاحت کے ساتھ اسے سمجھا دیجئے۔ اگر اسکی اور کوئی اشکال پیش کیا یا دافعہ اسے کوئی شبہ پیدا ہوا اور آپ وقتی طور پر اسکا ازالہ کر کے تو مجھے کما حقہ انشاء اللہ میں اپنے علم و فہم کے مطابق اس اشکال کے حل کرنے اور شبہ کے ازالہ کی پوری کوشش کر دوں گا۔ بہر حال آپ اس دوست کو مطمئن کرنے اور غلط روی سے بچانے کی سعی جاری رکھیے۔ یہ آپ کا ذریعہ اور اسکی تحقیقی تیر خواہی اور دوستی کا تقاضا ہے

اصل مسئلہ کے بارے میں جواب سے قبل بطور تمہید چند ضروری باتیں سمجھ لیجئے۔

(۱) جس طرح وہ امور سنت ہوتے ہیں جن کے بارے میں یہ تصریح ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا خود عملاً کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنے دور خلافت میں جو کچھ کیا یا اس کے کرنے کا حکم دیا وہ بھی سنت ہی میں داخل ہے بعض امور تو ایسے ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوصہ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا، اور ان امور ایسے ہوتے ہیں کہ اگرچہ ان کے بارے میں مخصوصہ کوئی حکم وارد نہیں ہوا۔ لیکن قواعد کلیہ کے طور پر ایسے ہوتا ہے کہ آئمہ مجتہدین نے اپنی قواعد کلیہ میں ان امور کو داخل سمجھا ہے تو اس بنا پر کہ وہ مخصوص قواعد کلیہ ان امور کو مجتہدین میں شامل ہیں یہ

باطل فرقوں کی ہرزہ سرائی ان پر اثر انداز نہ ہو سکے گی چنانچہ مگر بھی اس کا نائدہ ظاہر ہوا اور اس وقت سے لے کر آج تک اس چیز نے بھی عقائد صحیحہ کی پختگی اور مضبوطی اور باطل فرقوں کے باطل عقائد کی تردید میں کافی حصہ لیا۔ اور اس ذکر خطبہ کی برکت سے بہت بڑا کام ہوتا چلا آیا ہے۔ اب آپ یہ دیکھئے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا یہ طریقہ مطابقی سنت ہے یا نہیں؟

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے بارے میں ابھی عرض ہو چکا ہے جلیل القدر تابعی میں پہلی صدی کے مجدد ہیں خلیفہ راشد ہیں سنت رسول اللہ کو ہر شعبہ زندگی میں زندہ کرنے والے اور محافظ سنت ہیں ان کی کوششوں سے سنت کا ذخیرہ محفوظ ہو گیا ہے۔ علامہ زبیدیؒ نے تذکرۃ الخلفاء میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ کافی اماماً فقیہاً مجتہداً اعاناً جامعاً لساناً کبیراً لساناً ثباتاً جہراً حاکماً۔

ان کی یہ ساری جہتیں اور ان کی زندگی کے ہر گوشہ کا زمانہ جس کی شخص کے سامنے ہوں وہ ایک منٹ کیلئے بھی قصور نہیں کر سکتا اگر انہوں نے سنت کے خلاف ایک کام اس بات کے ساتھ برسرِ مزہ کو دیا اور علی الاعلان علی رؤس الاشہاد بدعت کا ارتکاب کر گئے اور نہ صرف یہ کہ قوی طور پر یہ بدعت کو لغزش ہوئی بلکہ انہوں نے متقل طور سے اس کو جاری کیا اور ہزاروں کو اس کام پر لگا دیا۔ ایک عام غفل کا آدمی بھی اسے باور نہیں کر سکتا اور اس دور کے بہت سے تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بھی اس پر کوئی ٹکرا نہیں کیا۔ وہ ائمہ کو کام جنہوں نے پیغمبر جابر صلاطین کے سامنے حکمتی بلند کیا اور ان کو منکر پر توکا۔ ان کے لئے عمر بن عبد العزیزؓ جیسے متقی اور خدا ترس کو بدعت پر توکا تو بالکل آسان کام تھا۔ اس لئے یہ ماننا ٹوٹے گا کہ یہ کام بدعت نہیں تھا بلکہ ان سب حضرات کے ہاں ایک مطابقی سنت کا کام تھا اور دین کے مزاج کے مطابق اور عام لصوص کا تقاضا تھا۔

خطبہ جمعہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہوتا ہے

اور اس سے مجال المنکر نہیں کہ حضرات خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب کا اعتقاد ان کی خلافت کو برقی تسلیم کرنا۔ ان کے ساتھ محبت و عقیدت یہ یقیناً معروف میں داخل ہے اور ان کی شان میں گستاخی ان کی فضیلت سے انکار ان کی خلافت کو برقی تسلیم نہ کرنا منکرات میں سب سے بڑھ کر امر منکر ہے تو اگر اس نظریہ کے مطابق کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ رد افعی و خوانج کے منکرات کو رد کرنے کیلئے اور عقائد صحیحہ پر لوگوں کو قائم رکھنے کیلئے جمعہ کے خطبہ میں ان کے فضائل کا ذکر کیا جائے تو یہ یقیناً ایک امر مندوب و مستحب ہوگا۔ بدعت ہرگز نہیں۔ اسی بنا پر گویا عام لصوص کا تقاضا سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس بارے میں ان کے سامنے خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بھی تھا۔ جس سے عین ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ راشد یا خلفائے راشدین کا ذکر خطبہ جمعہ میں گویا مندوب و مستحب ہے۔ ضمیمہ بن محسن کی مشہور روایت ہے کہ جس زمانہ میں حضرت موسیٰ ہشتریؒ گھر میں والی تھے تو انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر جوڑ کر حضرت عمرؓ کیلئے دعا کی۔ ضمیمہ بن محسن مسجد میں موجود تھے وہ فوراً اٹھے اور فرمایا خابین افت من ذکر صاحبہ قبلہ تفضلہ علیہ لجنی ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (آپ نے حضرت عمرؓ کے دوست خاص کا ذکر کیا میں نہیں کیا کیا آپ اسکو اسپر نفیلت دیتے ہیں۔ یعنی ابوبکرؓ کا ذکر خطبہ میں کیوں نہ کیا اور حضرت عمرؓ کا کیا۔) یہ کہہ کر بیٹھ گئے اس طرح جب جہز مرتبہ واقعہ پیش آیا۔ تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا میں سے حضرت عمرؓ کو یہ شکایت لکھی کہ ضمیمہ ہم پر اعتراض کرتا اور ہمیں تو گناہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے خبر کو وہاں سے اپنے ہاں بلایا اور ابو موسیٰؓ نے ضمیمہ کو مدینہ منورہ بھیجا۔ جب ضمیمہ مدینہ منورہ پہنچا۔ اور

حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی کہ جنبہ لہرہ سے آیا ہوا ہواڑے پر پکڑا ہے اور ملاقات کے لئے اجازت مانگتا ہے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت دی جب صفحہ اندر داخل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے (سابقہ شکایت پر آندہ صفا طرح کوئے کی بنیاد پر) فرمایا۔ لا صحباً لجنبہ ولا اھلاً۔ جنبہ نے جواب میں فرمایا مالم صحبتمن اللہ واما الھل فلا اھل ولا مال۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپ جواب دیجئے کہ بغیر کسی جرم اور گناہ کے آپ نے مجھے اپنے شہر لہرہ سے ہتھکڑیاں دوڑ کر لیں بلایا۔ اور مجھے اس قدر تکلیف دینا کیوں جائز سمجھا؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپؐ بہ بتا دیجئے کہ آپؐ میں اور آپؐ کے شہر کے والی ابو
 بکرؓ اشعری کے درمیان کیا شکر رنجی پیدا ہوئی ہے واقعہ کیا ہے۔ حضرت فرماتے
 کہ میں یہ سوال سن کر میں نے عرض کیا کہ چھایا امیر المومنین میں آپؐ کو سارا واقعہ
 سنائے دینا ہوں۔ بات یہ ہوئی کہ ابو موسیٰ اشعری حب جمعہ کے دن خطبہ دیتا ہے
 تو اللہ تعالیٰ کے حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور
 پھر اسکے بعد آپؐ کیلئے دعائیں کرتا ہے اور ابو بکرؓ کا ذکر بھی کرتا ہے۔ مجھے اس پر
 غصہ آیا کہ وہ حضرت حدیثؓ کا ذکر کیوں چھوڑتا ہے اور میں نے اٹھ کر کہا کہ آپؐ

خطبہ میں حضرت عمرؓ کے صاحب (حضرت ابو بکرؓ) کا ذکر کیوں نہیں کرتے کیا انکو ان پر فضیلت دے رہے ہو۔ بس اتنی بات تھی جسکی بنا پر ابھڑنے لگے آپ کی خدمت میں میری شکایت کی ہے یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگے اور فرماتے

جائے تھے انت واللہ ارفق منہ وراشد منہ فعل انت غافر لی
 ذنبی یغفر اللہ لک۔ (اللہ کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر
 کاغیر کی توفیق دی ہے اور آپ اس سے بڑھ کر راہ راست پر ہیں تو کیا آپ
 میرا یہ گناہ بخش دو گے کہ میں نے مجھے بلاوجہ آنے کی تکلیف دی ہے، اللہ تعالیٰ

آپ کی مغفرت نصیب فرمائے، اس کے بعد حضرت عمرؓ فرمے کہ ہے اور فرماتے رہے واللہ لیلۃ من ابی بکر و یوم خیر من جمیع الیومین۔ اللہ کی قسم حضرت ابو بکرؓ کی تو ایک رات اور ایک دن عمرؓ اور اُس کے سارے خاندان سے بہتر ہے اور میرے فرمایا کہ کیا میں آپ کو ان کے ایک دن اور ایک رات

کا وہ واقعہ سنا دوں۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں یا امیر المؤمنین سنا دیجئے۔
فرمانے لگے کہ حضرت ابو بکرؓ کی وہ بہترین رات تو وہ ہے کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کی طرف نکلے
تو حضرت ابو بکرؓ بھی آپ کے ساتھ اُس رات کو رخصت سفر تھے حضرت ابو بکرؓ
کبھی تو آپ کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے کو چلتے گتے تھے کبھی دائیں
طرف ہو کر ساتھ چلتے لگ جاتے اور کبھی بائیں طرف ہو کر ساتھ ہو جانے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی یہ مختلف حالتیں اور ایک پریشانی کی
کیفیت دیکھی تو پوچھا۔ اے ابو بکرؓ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے
کہا کہ چلتے چلتے کبھی یہ خیال آتا ہے کہ شاید دشمن آگے ہماری تاک
میں بیٹھے ہوں اور حملہ آور ہونا چاہتے ہوں تو میں آگے بڑھ کر چلتا ہوں کہ
وہ حملہ آور ہوں تو مجھ پر ہوجائیں آپ کو گزند نہ پہنچے پھر خیال آ جاتا ہے کہ
الیانہ ہو تو دشمن مکہ پیچھے سے ہماری تلاش میں نکلے ہوں اور پیچھے کی
طرف سے پہنچ کر حملہ کر جائیں اور آپ کو تکلیف پہنچا دیں اسلئے میں خود
پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ اگر پیچھے سے آ کر حملہ کر
جائیں تو مجھ پر حملہ کر گئے اور آپ محفوظ ہوجائیں گے اسی طرح کبھی
دائیں طرف سے حملہ کا تصور کرتا ہوں تو دائیں طرف ہو جاتا ہوں اور کبھی
بائیں طرف سے حملہ آور ہونے کا تصور کر کے بائیں کو چلتا ہوں مقصد بہر حال
میرا یہ ہے کہ آپ کو دشمن کسی طرح تکلیف نہ پہنچا سکیں اس سفر میں رات
کی تاریکی میں انگلیوں کے بل چلتے، اک نشان قدم نہ پڑ جائیں چلتے چلتے
آپ تھک گئے جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ دیکھا تو اپنے آپ گے بڑھ
کر آپ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور جیل تھکی چڑھائی پر چڑھانے ہوئے
غار ثور تک پہنچایا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو کندھے سے اتارا۔ اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی
جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر نوحی و دعوت کیلئے بھیجا ہے آپ پہلے غار
میں اندر ترسٹ لے جائیں پہلے میں اندر غار میں جا کر دیکھوں گا کہ

یہاں یہاں غفلت کا یہ امیر المومنینؑ اور قاضی ابی ابراہیمؑ حضرت الفیضؑ فرماتے۔

اور یہ دن ان کا خصوصی دن ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ سارا واقعہ بیان فرما کر صبح کو تسبیح دیکر
رضعت کیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو کھانا کھانے کے لیے خطبہ میں ان کا نام
کیونہ نہیں لیتے۔ (منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۴۱)

اس طرح خطبہ جمعہ میں درود و سلام کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت
عمرؓ کا نام لیا جانے لگا۔ غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سامنے بھی یہی
واقعہ تھا۔ اور اسلئے جیلانہوں نے اپنے زمانہ میں باطل فرقوں کے باطل
عقائد کی تردید کی ضرورت محسوس کی تو اس واقعہ کی روشنی میں انہوں
نے مناسب سمجھا کہ چاروں خلفاء کا ذکر خطبہ میں ہونا چاہیے۔ چنانچہ
انہوں نے یہ طریقہ جاری کیا۔ اور بعد میں فقہاء کرام نے اسی کو
مستحب و مندوب قرار دے دیا۔ بلکہ بعض بزرگوں کے ہاں
جب تھا ایسی ہو کہ لوگ ان حضرات کی شانِ اقدس میں کچھ بدظن ہوں اور
رفض و تشیع یا خارجیت کے اثرات پھیلے ہوئے ہوں تو ہنوت ان
حضرات کا ذکر مستحب نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہو جاتا ہے اور شرعاً
اہل سنت والجماعہ میں داخل ہے۔

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ جہانگیر کے زمانہ میں شیعہ امراء و
وزراء کی وجہ سے تمام ملک میں شیعیت کا اثر پھیلنے لگا تھا اور ہر شہر اور
ہر قصبہ میں برسرِ اقتدار اور حکام رس لوگ اس باطل کے پھندے میں گرفتار
ہو گئے تھے تو اس زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے
خصوصی اہتمام کے ساتھ ایسی باتوں کا خیال رکھا اور جہاں کہیں
محسوس کیا کہ شیعوں کے دباؤ یا ان کے اثرات کی وجہ سے کوئی امر
مستحب بھی ترک کیا جاتا ہے تو وہ بہت جوش میں آجاتے اور
لوگوں کو اس امر مستحب کے بارے میں بھی تاکید فرماتے تھے چنانچہ
اسی سلسلہ میں ان کو اطلاع ہوئی کہ قصبہ سامانہ کے خطیب نے
بعض شیعہ روس و امراء کے اثر میں آکر خطبہ جمعہ میں خلفائے
باقی ص ۱۴۲

اس میں کوئی خطرناک اور موزنی قسم کی چیز تو نہیں۔ چنانچہ یہ کہہ کر پہلے حضرت
ابوبکر صدیقؓ ہی غار میں داخل ہوئے خوب دیکھا بھالا اور تسبیح کی دی
کہ اندر کوئی موزنی چیز موجود نہیں پھر حضور علیہ السلام کو اندر لے گئے
جب ابوبکر صدیقؓ اندر تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ غار کے اندر
سانپ کے بل ہیں تو آپ نے اپنی ایڑی اس سانپ کے بل پر رکھ کر اسے
بند کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائے گئے اور حضرت ابو بکرؓ ایڑی
سے بل بند کئے بیٹھے تھے۔ سوراخ میں سے سانپ نکلا اور اسے ابو بکرؓ
کو ڈسنا شروع کیا مگر انہوں نے ہاتھ سے پاؤں نہیں ہٹایا اور حرکت تک
نہیں کی لیکن درود و اہل کی شدت سے بے اختیار آنکھوں سے آنسو
نکل گئے اور حضور بیدار ہوئے اور لعاب دہن لگایا جس سے درود ختم ہوا
اور آپ کو تسبیح دیدی تو اللہ تعالیٰ نے اس رات کو ابو بکرؓ پر سکینہ اور
اطمینان قلب نازل فرمایا۔ یہ تو ہے ان کی خصوصی رات ؟

اور ان کا خصوصی دن وہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی وفات کے
بعد عرب کے کچھ قبائل مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار
کیا۔ تو ان کی سرکوبی اور مقابلہ کیلئے حضرت ابو بکرؓ نے فوج تیار کرنے کا
ارادہ فرمایا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ
اب مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ان لوگوں سے نرمی برتی جائے اور مقابلہ
و مقابلہ نہ کیا جائے آپ نے بڑے جوش کیا تھا مجھے فرمایا۔

اجباً و گنی الجا حلیۃ و خواس فی الاسلام۔ افسوس کہ وہ جاہلیت
میں تو آپ بڑے بہادر تھے اور اب اسلام میں اس قدر کمزور دل ہو
گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔
اب دین میں کمی بیشی کا کیا موقع۔ اللہ کی قسم اگر وہ ایک رسی جو بطور
زکوٰۃ ادا کرتے تھے آج مجھے زکوٰۃ میں ادا نہ کریں تو میں ان سے
ضد در لڑوں گا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ابو بکرؓ زندہ ہو اور دین میں
کمی ہونی لگ جائے۔ واللہ اس دن ان کا یہ فیصلہ بہت درست فیصلہ تھا

باب الاستفسارات

(از مولانا محمد عظیم صاحب بدر)

ملکہ علمائے حق کو آہستہ آہستہ اٹھائے گا۔ حیب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو مردار بنا لیں گے اور ان سے منسلک پوچھیں گے جو خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (ترندی شریف)

سوال :- بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی صاحبزادیاں تھیں؟
شیعہ کہتے ہیں کہ صرف ایک بیٹی تھی کنت معتبرہ سے بحوالہ بیان فراکر مشکور فرمائی۔ حضری اس بیان پر ۱۸/۲۵

جواب :- اہل سنت والجماعت اور شیعہ کی تمام معتبر کتابوں سے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ثابت ہیں چونکہ اسکے منکر شیعہ حضرات میں لہذا ان کی کتابوں کے چند حوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

دیکھئے شیعوں کی مستند کتاب اصول کافی ص ۲۷۸

تزوج خدیجۃ وکھوا بن بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
بصیح وعشرین سنۃ فولد حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کیا
صفا قبل المبعث - تاسم رقیۃ جیکہ آپ بیس سال اور کچھ اوپر (۲۵ سال)
وزینب - ام کلثوم و کے بھنے مبعوث ہونے سے پہلے
ولد له بعد المبعث ان کے بطن سے تاسم - رقیہ اور
الطیب والطاہر و زینب - ام کلثوم پیدا ہوئیں۔
والفاطمہ رضہ اور مسجوت ہونے کے بعد طیبہ
طاہرہ اور فاطمہ کا تولد ہوا۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۵۵۹ پر مفصل بیان ہے

بقیمہ ۱۲ پر دیکھئے

سوال :- سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

جواب :- بلا استحقاق کسی کو قتل کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔

ماں باپ کو ستانا۔ جہاد سے بھاگنا۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ کسی کو جھوٹی بہتت لگانا۔ زنا کرنا بہت بڑے گناہ ہیں۔ اور سب سے بڑا گناہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ہے

حدیث :- حضرت کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے بڑا گناہ خدا سے شرک کرنا ہے (اسکے بعد) کسی کو قتل کرنا۔ ماں باپ کو ستانا۔ اور جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری شریف)

سوال :- سنا ہے آنحضرتؐ میں دنیا سے علم اٹھا لیا جائے گا۔ یہ صحیح ہے یا نہیں اور اسکی کیا صورت ہوگی؟

جواب :- یہ صحیح ہے کہ قرب قیامت میں علم اٹھا لیا جائے گا۔ اور اسکی یہی صورت ہے کہ رفتہ رفتہ علماء دین مرتے چلے جائیں گے۔ اور ان کے قائم مقام جگہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ستے اگر کوئی علم والا بیگا اور وہی علم رہے گا۔ جیسا کہ علمائے حقانی آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

حدیث :- عمرو بن العاص سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح بہنیں اٹھائے گا کہ اس کو لوگوں کے دلوں سے نکالے

